ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

''بیسویں صدی کے معروف افسانہ نگاروں کا تصورِ عورت''

ڈاکٹر جمیلہ ناز
(اسسٹنٹ پروفیسر) گورنمنٹ سٹی گرلز کالج، گلبہار، پشاور
وقار احمد
(پی ایچ ڈی سکالر) اسلامیہ کالج یونی ورسٹی ،پشاور

Abstract:
Literature reflects each and every aspect of life .Art and literature plays an important role in the life of human beings. It shows how one reacts to another and how society reacts to violent .In the twentieth century third world was destroyed due to wars , political and economical conditions .In our society women was also in critical condition . They were facing different type of unethical and unhuman ways of human being . Writers played an important role and wrote many stories about the society and women condition .In this article different stories are explained and role of women is studied . This article also shows thoughts of different writers about women.

قصہ کہانیوں کی روایت اتنی ہی پرانی ہے جتنا انسان خود۔ پرانے وقتوں میں لوگ جب اکٹھے مل کر بیٹھتے تو وقت گزارنے کے لئے قصہ کہانیوں سے کام لیا جاتا۔ رفتہ رفتہ انسان نے ترقی کی وہ سادہ اور فطرت سے قریب زندگی سے دور ہو کر مشین بنتا چلا گیا۔ برق رفتار زندگی میں انسان کے پاس طویل داستانیں یا ناول پڑھنے کے لئے وقت نہ رہا۔ داستانوں اور ناولوں میں مافوق الفطرت کردار اور زندگی سے بعید واقعات تھے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لہٰذا انسان دیو مالائی اور اساطیری دنیا سے نکل کر حقیقت آفریں میں داخل ہوا۔

قرۃ العین طاہرہ اس ضمن میں لکھتی ہیں:

> ''وقت کی اہمیت سے آگہی اور انسان کی تغیر پسند طبیعت داستانوں کے مافوق الفطرت کرداروں اور زندگی کے بعید واقعات کے مطالعے سے اکتا گئی تھی۔ مطالعے کے لئے اس صنف کی ضرورت محسوس ہوئی۔ جو زندگی کے عام رجحانات واطوار کی عکاس ہو۔ زمانہ شناس ہو، انسانی مزاج سے مطابقت رکھتی ہو، چنانچہ ان تمام عوام کے پیش نظر افسانہ تخلیق ہوا''۔[i]

اُردو افسانے کا باقاعدہ آغاز بیسویں صدی سے ہوتا ہے انگریزوں کے اقتدار اور نت نئی سائنسی انکشافات نے ہندوستانی معاشرے کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ ان انکشافات کی وجہ سے جہاں زندگی کے دوسرے شعبے متاثر ہوئے ۔و ہاں ادبی دُنیا میں فکری وفنی اعتبار سے تہلکہ مچا۔ حالات کے مطابق نئی ضروریات اور نئے تقاضے پیدا ہو گئے۔ رنگین عبارتوں، بوجھل اور پر تکلف تحریروں میں جب زندگی کی جھلک دکھائی نہ دی تو داستان کے دامن سے نکل کر ناول اور ناول سے افسانے کی طرف رغبت بڑھی۔

یہ تمام اصناف بشمول افسانہ وہ اصناف ہیں جن کا تعلق کہانی سے ہے۔ شاعری کا بڑا موضوع اگر چہ عورت ہے اور شاعروں کو تصویرِ کائنات میں رنگ عورت ہی کی رہینِ منت نظر آتے ہیں وہی پر افسانوی ادب میں بھی عورت کی مختلف جہتوں کو موضوع بنایا ہے۔ اردو افسانے کی دنیا میں اگر دیکھا جائے تو عورت کے جو جو مشرقی ومغربی تصور ہے وہ کسی نہ کسی

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

صورت میں آشکارا ہے۔ ان کے گھریلو کردار سے لے کر سماج میں مختلف شعبوں سے وابستگی تک جتنے کردار ہیں اردو افسانے کی دنیا میں وہ عیاں ہیں۔

رومانوی تحریک کی ابتداء انیسویں صدی کے ابتدائی ایام میں ہو چکی تھی۔ اس نے آہستہ آہستہ اپنا تعارف کروانا شروع کیا اور پورے یورپ میں پھیل گئی ۔ بعد ازاں برصغیر کے ادب پر بھی اس کے اثرات نمایاں ہوئے۔ رومانوی ادیبوں نے زندگی کو اپنے نطقہ نظر سے دیکھا اس حوالے سے سجاد حیدر یلدرم کا نام آتا ہے۔ انہوں نے تُرکی ادب سے براہِ راست استفادہ کیا ان کے ہاں جذبات اور تخیل کی فراوانی ہے۔ وہ انسانی فطرت اور نفسیات کے نباض تھے۔ انہوں نے عورت کے جذباتی وجسمانی رشتے پر قلم اُٹھایا۔ محبت کے روایتی روپ کی بجائے زندہ اور شاداب عشق کے قائل تھے۔ چونکہ ان کا نکتہ نظر رومانوی تھا اور رومانوی مکتب فکر کے ہاں عورتوں کا محبت والا تصورِ عام ہے۔ ان کے نزدیک عورت سراپا احساس ہے۔

راشدالخیری کا اصلاحی رنگ ان کے افسانوں میں جا بجا نظر آتا ہے وہ مشرقی اقدار کے دلدادہ تھے۔ انہوں نے عورتوں کے مسائل پر قلم اٹھایا اور حقوقِ نسواں کے لئے علم بلند کیا۔

پریم چند کا نقطہ نظر حقیقت نگاری ہے۔ اس حوالے سے ان کا اہم افسانہ ''کفن'' ہے۔ پریم چند اپنی ذات میں مکمل دبستان تھے۔ ان کے افسانوں میں داستانی زبان اور رنگ نمایاں ہے۔ ان کے نظریات وقتاً فوقتاً بدلتے رہے۔ حقیقت نگاری کے بعد ان کے افسانوں میں اصلاحی رنگ نظر آنے لگا۔ بعد میں انہوں نے زندگی کے تلخ حقائق اور دیہی مسائل کو توجہ کا مرکز بنایا۔ جبکہ عورت کے معاملے میں بھی انہوں نے حقیقت نگاری کا دامن نہیں چھوڑا، ہندوستانی عورت یعنی برصغیر کی عورت اور سخت جان اور صبر کرنے والی ہوتی ہے اور اس کا ثبوت ان کے افسانے''کفن '' میں عیاں ہے۔

''انگارے'' نے اُردو افسانے کی روایت میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ نو افسانوں کا مجموعہ تھا۔ اس مجموعے میں پانچ افسانے سجاد ظہیر، ایک رشید جہاں، دو احمد علی کے اور ایک محمود ظفر کا افسانہ شامل تھا۔ رشید جہاں کا ایک تمثیلچہ بھی شامل تھا۔ اس کی اشاعت کے خلاف ردِ عمل بہت شدید تھا۔ کیونکہ اس میں جنس عورت، نچلے طبقے کی زندگی کے مسائل، معاشرتی ناہمواریوں، انگریز راج اور طوائف کو موضوع بنایا گیا تھا۔ اس مجموعے کے افسانوں میں مارکسزم کے اثرات بھی نمایاں تھے۔ لہٰذا اس مجموعے کو فحش قرار دے کر ضبط کر لیا گیا۔

بقول ڈاکٹر انوار احمد:

> ''رشید جہاں سماجی واقعیت نگاری کی روایت میں افسانہ کہنے والی پہلی خاتون ہیں''۔[ii]

انہوں نے عورتوں کے مسائل پر قلم اُٹھایا۔ ان کا لب ولہجہ سب سے مختلف تھا۔ آگے چل کر عصمت چغتائی ، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور اور واجدہ تبسم نے ان کا اسلوب اپنایا۔ رشید جہاں کے افسانوں میں عورت اپنا الگ مقام اور شناخت چاہتی ہے۔ وہ چاہتی ہے کہ معاشرہ اس کی انفرادی حیثیت کو تسلیم کرے۔ اس ضمن میں ان کے افسانے ''پردے کے پیچھے'' اور ''آصف جاہ کی بہو'' ہیں۔ اس ضمن میں خورشید زہرا عابدی لکھتی ہیں:

> ''رشید جہاں کی کہانیوں میں عورتوں کی حقوق کی بحالی اور اس طرح مختلف موضوعات کے مختلف پہلو کے تہ دار مسائل بار بار آتے ہیں۔ وہ اس طبقے کی گھٹی گھٹی زندگی ان کے مسائل محرومیوں، خوشیوں ، تقریبوں اور جذباتی روداد انہیں کی زبان ومحاورے میں بیان کرتی ہیں''۔[iii]

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

رضیہ سجاد ظہیر نے زیادہ تر متوسط طبقے کی خواتین کے مسائل اور پریشانیوں کو موضوع بنایا ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ عورت اپنی الگ حیثیت اور اپنی ذات کو تسلیم کروائے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ شوہر اور بیوی کے تعلقات سے اس رشتے کی خوب صورتی کو واضح بھی کرتی ہیں۔ وہ عورتیں جو شوہر کی محبت سے محروم ہیں ان کے مسائل کو بھی موضوع بناتی ہیں۔ اس میں ان کی اپنی حقیقی زندگی کا پر تو بھی نظر آتا ہے:

> ''وہ ان اہم مسائل کی نشاندہی بھی کرتی ہیں جنہوں نے عورت کی زندگی کو جہنم بنا دیا ہے۔ سماج کی ناانصافیاں اور معاشرے کی بے اعتدالیاں عورت کی زندگی کو اس کے معاملات کو اور خاص کر اس کے احساسات وجذبات کو کس طرح سولی پر چڑھا دیتے ہیں''۔[iv]

عصمت چغتائی، رشید جہاں کی پیروی کرنے والی اولین خاتون ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں معاشرتی برائیوں اور فاسد مواد کو بغیر کسی رعایت کے قلمبند کیا وہ مروجہ روایت سے انحراف کرتی ہیں ان کا افسانہ ''لحاف'' شاہکار افسانہ ہے۔ ان کے اہم موضوعات مرد وزن اور بچوں کی نفسیاتی الجھنیں ، عورتوں کے مسائل اور جنس پرستی ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانے ''لحاف'' کی وجہ سے شہرت بھی پائی اور فحش نگار بھی ٹھہرائی گئیں۔ جنس ان کا اہم موضوع ہے وہ ترقی پسند تحریک کے دور میں مشہور ہوئیں۔ انہوں نے رومانویت کی بجائے حقیقت نگاری بلکہ بے باک حقیقت نگاری کی۔ اصل میں ان کے افسانوں میں جتنی بے باکی نظر آرہی ہے حقیقی زندگی میں وہ خود بھی اتنی بے باک تھیں۔ مثلاً ان کے خود ساخت خاکے سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ بچپن ہی سے وہ زندگی کے بارے میں روایتی عورتوں سے ہٹ کر سوچتی ہیں۔

پطرس بخاری اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''جنس کے اعتبار سے انہیں وہی مرتبہ حاصل ہے جو ایک زمانے میں انگریزی ادب میں جارج ایلیٹ کو نصیب ہوا''۔[v]

عصمت چغتائی نے اپنے افسانوں میں نوجوان طبقے کی جذباتی و ذہنی کشمکش، نوجوان لڑکیوں کی جنسی گھٹن،مشترک خاندانی نظام کی خرابیاں ، تعلیم کی کمی جیسے موضوعات کو بڑی بے باکی سے قلمبند کیا۔ عصمت چغتائی کو منٹو کی قلمی ہمزاد کہاجاتا ہے۔ ان کے اہم افسانے ''کلوڈپٹی''، ''چوتھی کا جوڑا''، ''ہندوستان چھوڑ دو''، '' دو ہاتھ''، ''زہر کاپیالہ خریدلو'، ''ایک شوہر کی خاطر'' وغیرہ ہیں۔ عصمت چغتائی ان عورتوں سے سخت نفرت کا اظہار کرتی ہیں جو سماجی مجبوریوں کو اپنے اوپر حاوی کر کے اپنی ذات کو گم کر دیتی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ عورتیں اپنے اوپر ہونے والی زیادیتوں کے خلاف آواز اٹھائے اور اپنی انفرادی حیثیت منوائے۔

خدیجہ مستور ترقی پسند تحریک کے زیر اثر لکھنے والوں میں سے ہیں۔انہوں نے فسادات کے موقع پر انسان کو حیوان بننے اور عورتوں کی عصمت دری کرتے دیکھا۔ خدیجہ مستور حقیقی زندگی سے موضوعات کا انتخاب کرتی ہیں۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ نظام کے استحصالی طریقہ کار، غریب اور محنت کش طبقے کی ناگفتہ بہ حالت، دولت کی غیر مساوی تقسیم جیسے موضوعات کو احاطہ قلم کیا ہے۔ ان کے افسانوں کے اہم ترین موضوعات عورت کی تحقیر، بے بسی، مضلومیت، شادی شدہ عورتوں کا جنسی وجذباتی استحصال، ناتمام اور تشنہ آرزوئیں، شوہروں کی بدلتی دلچسپیاں، ازدواجی زندگی کی تشنگی اور دکھ وغیرہ ہیں۔ ان کے افسانے ''ڈولی''، ''دل کی پیاس''، ''پانچویں برسی''، ''لالہ صحرائی''، ''آسرے''، ''تین عورتیں'' اور ''خرمن '' اس ضمن میں آتے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

سلیم اختر اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''خدیجہ عورت کی cause کی چمپئین ضرور ہیں مگر انہیں عورتوں کی سرسید بننے کا شوق نہیں۔ اس کا سب سے بڑا باعث ان کا غیر جذباتی رویہ جس کی اساس حقیقت پسندی پر استوار ہے اور جس کے ضمیر میں واقعیت نگاری شامل ہے''۔[vi]

وہاب اشرفی کے خیال کے مطابق:

''خدیجہ مستور کے افسانے عورتوں کی کسمپرسی کے افسانے ہیں''۔[vii]

قرۃ العین حیدر کے افسانوں میں تقسیم ہند کے نتائج، نفسی وباطنی الجھنیں، اعلیٰ اقدار وروایات میں تبدیلی کا ذکر ہے ۔ ان کے افسانوں کے کردار وقت کی جبریت کو توڑ کر حال سے ماضی کی طرف پلٹتے ہیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں مختلف تہذیبوں کا تقابل کیا ہے۔ عورت کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان کا موضوع زمان ومکان کے تناظر میں عورت کا مقدر ہے ۔عورت کی وفا، سپردگی، قربانی ، ایثار اور گم گشگی، فریبِ محبت، عورت کی روح کے وہ انداز ہیں جو زمان ومکان سے ماورا محبت کی تلاش میں ازل سے ابد تک زماں نور دی کر رہی ہے۔ اس کا محبوب مرد اپنی زیست کا ابدگی گرفتار اور ابدی بے وفا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے نزدیک یہ عورت ہی ہے جو بھائی کے لیے کڑھتی ہے، باپ کی فکر کرتی ہے، اولاد کے دکھ سہتی ہے۔ انہوں نے ادب میں پہلی دفعہ اینلیچکول ٹُل عورت کی نمائندگی کی۔

قراۃ العین حیدر کے متعلق ڈاکٹر نزہت عباسی لکھتی ہیں:

''قراۃ العین حیدر انے اپنے ناولوں اور افسانوں میں عورت کے کردار اور لہجے کو منفرد رنگ میں پیش کیا۔ وہ عورت کو زمین اور زماں کے حوالے سے دیکھتی ہیں اور اس کے پختہ شعور کو پیش کرتی ہیں''۔[viii]

سعادت حسن منٹو نے زندگی کے مسائل کو نئے زاویے سے دیکھا۔ اس لئے روایت سے بغاوت بھی کی۔ جنس ان کا پسندیدہ موضوع ہے۔ اس جنس نگاری کا مقصد عریانی اور فحاشی پھیلانا نہیں ہےبلکہ انسانی باطن میں چھپی غلاظتوں کو کامیابی سے دکھانا ہے۔ سعادت حسن منٹو جنس کے حوالے سے انفرادیت رکھتے ہیں۔

انہوں نے اپنے افسانوں میں طوائف کی کرب ناکیوں کو بھی پیش کیا ہے۔ سعادت حسن منٹو نے انسانی استحصال وجبر کا بڑی بے رحمی سے پیش کیا ہے۔ ان پر مقدمات بھی چلے، ان کو ''فحش نگار'' قرار دے دیا گیا۔

لیکن سعادت حسن منٹو اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ منٹو نے عورت کے مختلف روپ پیش کیے وہ نسوانی کرداروں کو پیش کرتے وقت روحانی موضوعات سے دور رہتے ہیں۔ عورت کا وجود ان کے افسانوں میں عام اور روایتی نہیں ہے۔ یہ وہ عورت ہے جو معاشرے کی ساری گندگی اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے۔ معاشرے کا یہ طبقہ معاشرے کے لیے ناسور بن جاتا ہے لیکن اسے جنم بھی معاشرہ ہی دیتا ہے۔ یہی عورتیں منٹو کے افسانوں کی ہیروئن ہیں،یہ عورتیں اپنے ہی وجود سے خائف، اپنے ہی وجود سے نفرت کرتی ہیں۔ منٹو نے خاص طور پر طوائف کے لہجے کی عکاسی کی ہے۔ ان کے اہم افسانے ''ٹھنڈا گوشت''، ''کالی شلوار''، ''کھول دو''، ''بو''، ''ہتک'' وغیر ہ ہیں۔ سعادت حسن منٹو

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

نے معاشرتی برائیوں کو بڑی بے باکی سے بے نقاب کیا۔ سعادت حسن منٹو کسی ادبی تحریک سے تعلق نہ رکھتے تھے۔

عورت کے جتنے روپ ہیں وہ کما حقہ ان کے افسانوں میں عیاں ہیں۔ منٹو عورت کے نفسیات سے بڑی باریک بینی سے واقف تھے۔ اُن کے ہاں عورتوں کے کردار دیکھ کر لگتا ہے کہ انہوں نے اس صنف کا بڑا عمیق مطالعہ کیا ہے۔ مشرقی اور مغربی تصورِ عورت دونوں کی پیشکش ان کے ہاں دیکھی جا سکتی ہے۔ ایک طرف مرد کے ہاتھوں عورت کو جنسی تسکین کا ذریعہ بنایا گیا ہے تو دوسری طرف انہوں نے عورت کا ایک توانا شکل بھی منظرِ عام پر لانے کی کوشش کی ہے۔ ان کا افسانہ ''انارکلی'' جس میں مرد کا مرکزی کردار سلیم ایک بگڑے شہزادے کی صورت میں ہے جس کے لیے عورت کو زیر کرنا لمحوں کا کھیل ہے جو بیک وقت خوبصورت بھی ہے اور مالدار بھی مگر ''سیماء '' نامی کردار کے ہاتھوں پہلی دفعہ اُس کو جس ہٹ دھرمی کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے وہ ان کی ذلت کے لئے بمنزلہ زہر سے کم نہیں۔ دونوں کے مابین مکالمہ ملاحظہ ہو:

> ''آپ کتابوں کا اتنا بوجھ اٹھاتے ہوئی ہیں۔ لائیے مجھے دے دیجیئے۔ میرا تانگہ باہر موجود ہے۔ آپ کو اور اس بوجھ کو آپ کے گھر تک پہنچا دوں گا۔ سیما نے اپنی بھاری بھر کم کتابیں بغل میں دابتے ہوئے بڑے خشک لہجے میں جواب دیا ۔ آپ کی مدد کی مجھے کوئی ضرورت نہیں بہر حال شکریہ ادا کیے دیتی ہوں۔ شہزادہ سلیم کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا صدمہ پہنچا۔ چند لمحات کے لیے وہ اپنی خفت مٹاتا رہا ۔ اس کے بعد اس نے سیما سے کہا عورت کو مرد کے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے حیرت ہے آپ نے میری پیش کش کو کیوں ٹھکرایا''۔[ix]

عورت کے ذہن میں بچپن ہی سے یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ وہ بغیر سہارا کے کچھ بھی نہیں منٹو نے اس تصور کی حقیقت کو اجاگر کر کے عورت کے ایک مضبوط کردار کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

فردوس حیدر نے مسائل کو اپنے افسانوں میں نہایت عمدگی سے پیش کیا ہے۔ افسانہ نگاری کے میدان میں ان کاسب سے اہم موضوع بنتِ آدم وحوا ہے۔ لیکن عورت ہونے کے ناطے انہوں نے صرف عورت کے حق میں ہی آواز نہیں اٹھائی بلکہ بعض افسانوں میں عورت کے منفی پہلو کو اجاگر کر کے مرد کی نفسیات کو بھی سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ انہیں عورت کے بے جا انتقام کی زد میں آنے والے مظلوم مرد اور عورت کی بے وفائی سے پریشان ہونے والے مرد سے بھی ہمدردی ہے۔ ''بیساکھی''، ''بارش کا پہلا قطرہ''، ''کھنڈر کا نوحہ''، ''پرتیں میری'' مرد کی مظلومیت پر لکھے گئے افسانے ہیں۔

جمال نقوی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے اپنی کہانیوں کے ذریعے عورت کے ہر روپ کو اُجاگر کیا ہے لیکن عورت ہونے کے ناتے صرف مردوں کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا''۔[x]

فردوس حیدر نے اپنے افسانوں میں سیاسی وسماجی جبر اور گھٹن کو بھی بیان کیا ہے۔ ''کھویا ہوا گیت''، ''روایت کے اسیر''، ''کرچیاں آئینے'' اس ضمن میں لکھے گئے افسانے ہیں۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

قدرت اللہ شہاب معاشرے کے تلخ حقائق کو بڑی جرأت اور بے باکی سے پیش کرتے ہیں۔ ان کے ہاں سیاسی وسماجی ناانصافی پر بھرپور طنز ملتا ہے۔ انہوں نے عورت کے استحصال پر بھی لکھا ہے۔ ان کے اہم افسانے ''یاخدا''، ''آپ بیتی'' اور ''اسٹینوگرافر'' ہیں۔ عورت کی مجبوری سے مرد جس بے دردی سے فائدہ اٹھاتا ہے انہوں نے کھل کر ان کی عکاسی کی ہے۔ ان کے ہاں عورت قابلِ رحم ہے۔ عورت جتنی بھی مضبوط ہوجاتی ہے تو وہ صنفِ نازک رہی ہے۔ ہر قیمتی چیز کی حفاظت کسی خاص جگہ پر رکھ کر کی جاتی ہے۔ قدرت اللہ شہاب کے ہاں عورت بھی ایک قیمتی چیز ہے۔ اگر ان کی حفاظت نہیں کی جاسکتی تو کم سے کم اُن کو دھتکارنا اور اذیت کے پہاڑ سے گزارنا بدرجہ اتم زیادتی ہے۔ ان کے ہاں عورت میں رحم کا مادہ زیادہ ہےاور برداشت کی قوت بھی۔

''ماں جی'' اُن کا منفرد افسانہ ہے۔ جس میں عورت ماں کے کردار میں سراپا حوصلہ وبرداشت کا پتلا ہے۔ اگر عورت کو ذہنی خلفشار اور جسمانی اذیت سے دور رکھا ہے تو وہ پہاڑ پر بھی چڑھنے کے لیے تیار ہوجاتی ہے ۔ کوئی بھی مشکل ان کو مشکل نہیں لگتی۔ ماں جی جس اذیت کی زندگی کو ہنسی خوشی گزارتی ہے، اکیسویں صدی کا نوجوان لڑکا خواب میں بھی اُس کا تصور نہیں کر سکتا۔

اشفاق احمد کے افسانوں میں تصوف کی طرف واضح میلان نظر آتا ہے۔ وہ مخصوص تہذیبی اور معاشرتی طبقات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ افراد کا اضطراب ، نفسیاتی الجھنیں اور بچوں کی نفسیات ان کے اہم موضوع ہیں۔ ان کے افسانوں میں محبت نت نئے رنگوں میں جلوہ گر ہوتی ہے وہ محبت کے سوا زندگی میں ہر چیز کو بے معنیٰ اور بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے معاشرے کے جیتے جاگتے کرداروں کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔ اشفاق احمد نے معاشرے میں اصلاح پسندی کو فروغ دیا۔ ان سارے عوام کے پس پشت انہوں نے عورت کو لازمہ حیات جانا، تصورِ عورت ان کے ہاں ہمیں زندگی کی مضبوطی کی ضمانت کے صورت میں ملتی ہے۔

بانو قدسیہ کی دلچسپی کا مرکز ومحور فلسفہ اور تصوف ہے ان کے ہاں اس رجحان کا سبب اشفاق احمد سے تعلق، قدرت اللہ شہاب اور ممتاز مفتی جیسے لوگوں کی صحبت بھی ہے۔ انہوں نے اپنے کرداروں کے ذریعے انسان کی روحانی اور باطنی کیفیات کی مختلف جہات پیش کی ہیں۔ روحانی اور اخلاقی انحطاط کے شکار کردار خود پسندی، لایعنیت، تشکیک، تنہائی ، خوف اور اذیت کا شکار نظر آتے ہیں اور جزا وسزا کے فلسفے پر بحث کرتے ہیں۔ وہ عورت کے حوالےسے معاشرے میں موجود امتیازات پر بھی لکھتی ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مرد کے نقطۂ نظر کو بھی سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ بانو قدسیہ نے عورت کی زندگی کے معاشرتی مسائل اس کے رومانی اور جنسی مسائل کے ساتھ ملا کر دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی عورت اپنی جنس کی طاقت سے آگاہ ہے اور اس طاقت کا استعمال کرنا بھی جانتی ہے اس کے لیے عورت کا حسین ہونا ضروری نہیں ہے۔ خود آگاہ ہونا ضروری ہےبانو قدسیہ کا تصورِ عورت اس صورت میں سامنے آتا ہے کہ اُن کی عورت احساسات کے معاملے میں خالص ہے۔ مرد جو کہ زندگی کو احساسات اور تعقل دونوں دائروں میں دیکھنے کا عادی ہے جبکہ عورت تعقل پر احساس کو فوقیت دے دیتی ہے۔ ان کی عورت بسا اوقات اپنے لطیف احساسات پر خود کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوجاتی ہے۔ یعنی ان کی عورت احساس کے معاملے میں دوغلا پن سے عاری ہے۔

ممتاز مفتی کے ہاں نمایاں ترین رجحان جنسی اور نفسی مسائل کی عکاسی ہے۔ ان کے ہاں ہمیں صرف جنسی رجحان نہیں ملتا ہے بلکہ ان کے موضوعات میں تنوع ہے۔ وہ انسانی فطرت اور نفسیات کے گہرے نبض شناس تھے۔ انہوں نے اپنے افسانوں ''چپ''، ''احسان علی''، ''کھونٹ والا بابا'' میں اسی نقطۂ نظر کو پیش کیا ہے:

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.7 No.4 2023

''ممتاز مفتی کے کردار گوشت پوست کی دُنیا سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ان کی آنکھیں ٹٹولتی اور انگلیاں گفتگو کرتی ہیں''۔[xi]

ممتاز شیریں نے اپنے افسانوں میں ازدواجی زندگی کو موضوع بنایا ہے۔ ازدواجی زندگی کے بارے میں لکھنے کے باوجود جنس کو موضوع نہیں بناتی ہیں بلکہ عورت اور مرد کے فطری تعلق کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش کرتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں شادی شدہ زندگی ، شوہر کا مقام اور عورت کی وفا کا مشرقی تصور ابھر کر ہمارے سامنے آتا ہے۔ شوہر عورت کا سائبان ہوتا ہے ۔ خواہ وہ کتنا ہی ظالم کیوں نہ ہو، عورت اس سے الگ نہیں رہ سکتی ۔

اس حوالے سے ڈاکٹر عبادت بریلوی لکھتے ہیں:

''گھریلو زندگی اور ماحول میں جو دلکشی ہے اس کو ہماری خاتون افسانہ نگاروں نے کوئی خاص اہمیت نہیں دی۔ اس زمانے میں ممتاز شیریں نے اس کی اہمیت کو محسوس کیا۔۔۔۔۔ ممتاز شیریں نے گھریلو ماحول کی ترجمانی بڑی کامیابی سے کی ہے''۔[xii]

---

i۔ قرۃ العین طاہرہ، ''صنف افسانہ منزل بہ منزل''، مشمولہ ماہِ نو (ماہنامہ) اگست ۱۹۹۷ء، ص ۹۰ ۔

ii۔ انوار احمد، ڈاکٹر، اُردو افسانہ ایک صدی کا قصہ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۷ء)، ص ۳۱۵۔

iii۔ خورشید زہرا عابدی، ترقی پسند افسانے میں عورت کا تصور، ۱۹۸۷ء، ص ۷۶۔

iv۔ نورین رزاق، ڈاکٹر ، پاکستانی خواتین افسانہ نگار (اردو افسانے کی روایت کے تناظر میں) ، (لاہور ، دستاویز مطبوعات، ۲۰۱۶ء، ص ۷۱۔

v۔ ایضاً، ص ۲۹۹۔

vi۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۲۰۰۰ء، ص ۳۱۲ ۔

vii۔ ایضاً، ص ۳۶۴۔

viii۔ نزہت عباسی ، ڈاکٹر، اردو کے افسانوی ادب میں نسائی لب ولہجہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۳ء، ص ۴۶۷۔

ix۔ سبینہ اویس اعوان، ڈاکٹر، افسانہ شناسی، (فیصل آباد: مثال پبلشرز، ۲۰۱۵ء)، ص ۴۲۔

x۔نزہت عباسی ، ڈاکٹر، اردو کے افسانوی ادب میں نسائی لب ولہجہ، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۲۰۱۳ء، ص ۵۹۰۔

xi۔ ایضاً، ص ۳۵۵ ۔

xii۔ فردوس انور قاضی، ڈاکٹر، اردو افسانہ نگاری کے رجحانات، (لاہور، مکتبہ عالیہ، ۱۹۹۹ء)، ص ۵۱۹۔